اے مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم

پروفیسر محمد اسلم، استاذ شعبۂ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

پہلی بار میں نے مفتی صاحب کو ۱۹۵۵ء میں دیکھا۔ اُن دنوں میں ایم اے کا طالب علم تھا۔ ہمارے استاد ڈاکٹر حمید الدین مرحوم مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ کے تلمیذ الرشید تھے۔ انھوں نے سینٹ اسٹیفنس کالج میں اُن سے فارسی پڑھی تھی۔ ڈاکٹر صاحب لاہور سے طلبہ کے ایک گروپ کو بھارت کے تاریخی مقامات دکھانے کے لئے لائے تھے۔ دہلی میں ہمارے قیام کا مسئلہ تھا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ شاید ندوۃ المصنفین میں قیام کا خاطر خواہ انتظام ہو جائے۔ میں ڈاکٹر حمید الدین کے ساتھ مفتی صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ اس وقت تک میں ان کے نام اور مقام سے نا واقف تھا۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ اتنے بڑے گروپ کے لئے دفتر برہان میں قیام کا بندوبست نہیں ہو سکتا۔ جامع مسجد کے علاقے میں ہنوز ناز، تاج اور وکیل نام کے ہوٹل تعمیر نہیں ہوئے تھے۔ مفتی صاحب ڈاکٹر صاحب کو لے کر رحمان پہنچے۔ وہاں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی سے ملے۔ انھوں نے ہمیں بلی ماران میں پانامہ ہوٹل میں، جو نواب لوہارو کی حویلی میں قائم ہوا تھا، ہمارے قیام کا انتظام کرا دیا۔ اب یہ ہوٹل ختم ہو چکا ہے اور وہاں غالباً کوئی سکول

کیں نیا ہے۔

۱۹۵۱ء میں کلکتہ میں میری ملاقات مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ سے ہوئی اور
خط کتابت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ "برہان" پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں آتا تھا۔
میں باقاعدگی سے اس کا مطالعہ کرنے لگا۔ ۱۹۵۸ء کے موسم بہار میں انگلستان
چلا گیا۔ وہاں سے چندہ بھیجنا آسان تھا اس لئے میں برہان کا باقاعدہ خریدار
ہوگیا۔ انگلستان کے قیام کے آخری زمانہ میں ریحانہ کے ساتھ میری نسبت طے پاگئی۔
نیز مولانا اکبرآبادی مرحوم نے میرے والدین کو دیکھا تھا اور وہ بھی میرے والدین
سے متعارف تھے۔ مولانا نے میرے توسط سے والد مرحوم کو خط لکھا، والد ماجد نے
ہاں کر دی، یوں نسبت طے پاگئی۔ میں فروری ۱۹۶۷ء میں نو سال بعد وطن واپس
آیا۔ مارچ کے اوائل میں والد مرحوم نے فرمایا کہ علی گڑھ چلے جاؤ اور نکاح کر کے
ریحانہ کو اپنے ساتھ لے آؤ۔ میں لاہور سے کراچی گیا اور وہاں سے ۱۴ مارچ کو جرمنی
کی ایئرلائن لفتھانزا میں سیٹ ریزرو کروائی اور ڈیڑھ گھنٹے میں دہلی پہنچ گیا۔
ایئرپورٹ سے ریلوے اسٹیشن پہنچا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ
سوا پانچ بجے جنتا ایکسپریس چلے گی اس سے پہلے علی گڑھ جانے کے لئے کوئی ٹرین
نہیں ہے۔ میں نے سامان کلوک روم میں جمع کروایا اور چاندنی چوک اور دریبہ
سے گزرتا ہوا جامع مسجد پہنچ گیا۔ اردو بازار میں ان دنوں میرا کوئی جاننے والا
نہ تھا۔ میں کٹرہ نظام الملک میں داخل ہوا۔ ندوۃ المصنفین کے دروازے پر
چق پڑی تھی۔ اس لئے میں اندر جانے سے ہچکچایا۔ میں دروازے پر کھڑا تھا کہ
کسی راہگیر نے کہا "اندر چلے جائیے، یہاں مردانہ ہے۔" میں چق اٹھا کر اندر
داخل ہوا، مفتی صاحب حسب معمول اپنی مخصوص نشست پر تشریف فرما تھے۔
ان کی پشت دروازے کی طرف تھی اس لئے ان کی نظر مجھ پر نہیں پڑی۔ میں

[illegible] گئے لیکن ان کے سامنے جانے کی ہمت نہ پڑی اور میں چپکے سے [illegible]

[illegible] کے بعد میں اور ریحانہ علی گڑھ سے دہلی آئے ۔ ریحانہ کا پاسپورٹ بننا تھا اور پھر پاکستان جانے کے لئے ویزا بھی حاصل کرنا تھا۔ مولانا اکبر آبادی مرحوم نے مفتی صاحب کو پیغام بھجوایا کہ انھیں کسی ہوٹل میں ٹھہرا دیں، گو میرے لئے نہیں ۔ ہمارے دہلی پہنچنے سے پہلے مفتی صاحب نے جامع مسجد کے قریب تاز ہوٹل میں ہمارے قیام کا بندوبست کر دیا۔ ہمیں جو کمرہ ملا وہ بالکل جامع مسجد کے سامنے پر تھا۔ مفتی ضیاء الحق صاحب نے اپنے گھر سے کئی چیزیں پہنچا دیں تاکہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ جناب محمد احمد شمسی مرحوم دن میں دو تین بار اپنی بچی سلمیٰ کو ساتھ لے کر ہماری خیریت معلوم کرنے آتے۔ پانچ روز میں پاسپورٹ اور ویزا مل گئے ۔ جب میں ہوٹل چھوڑنے سے پہلے کاؤنٹر پر بل ادا کرنے گیا تو منیجر صاحب نے بتایا کہ میرا بل ادا ہو چکا ہے ۔ میں بڑا حیران ہوا کہ میرا بل کس کرم فرما نے ادا کیا ہے؟ منیجر صاحب سے ان کا نام پوچھا تو انھوں نے کہا، "بس آپ جائیے ۔" بعد میں معلوم ہوا کہ ہوٹل کے مالک محمد حسین نے مفتی صاحب کے مہمان سمجھ کر بل لینے سے انکار کر دیا۔ جب مفتی صاحب نے ان سے کہا کہ اگر کمرے کا کرایہ نہیں لیتے تو جو کچھ انھوں نے کھایا پیا ہے اس کا بل تو لے لیں ۔ محمد حسین صاحب نے جواب دیا، "مفتی صاحب میں بل لے کر آپ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟" یہ تھا مفتی صاحب کا احترام دہلی میں۔

میرے پاس کچھ پوسٹل آرڈرز تھے ۔ میں انھیں بھنانے کی غرض سے جی پی او لے گیا۔ متعلقہ کلرک نے کہا کہ انھیں کراس ہونا چاہئے تھا اور اس پر کیش کروانے والے کا نام بھی لکھا ہونا چاہئے تھا۔ میں وہاں سے مایوس ہو کر جامع مسجد کے ڈاک خانے گیا۔

[illegible] جانے سے پہلے جب میں اپنا نام [illegible]
[illegible] نے کہا ہم آپ کو نہیں جانتے۔ کسی ایسے شخص کو ساتھ لائیے [illegible]
[illegible]۔ میں نے کہا میں [illegible]
[illegible] اور آپ کو [illegible]۔ اس پر وہ کہنے لگا "آپ کہیں [illegible]
نے کہا "دفتر برہان میں"۔ کلرک نے کہا کہ ان کے پیچھے مفتی صاحب سے تصدیق کرا [illegible]
کہ آپ ہی اسلم ہیں۔ ہم ان کے دستخط پہچانتے ہیں۔ میں دفتر برہان آیا۔ مفتی صاحب
نے تصدیق فرمائی اور وہ پوسٹل آفس لے کر دیا۔ ڈاکخانے پہنچا۔ کلرک
مفتی صاحب کے دستخط دیکھ کر پوسٹل آرڈر کیش کر دیئے۔

۱۱ر مارچ کو میرا نکاح اتنی عجلت میں ہوا کہ مفتی صاحب اس میں شریک نہ ہو
۱۸ر مارچ کو میں اور ریحانہ پاسپورٹ اور ویزا لے کر علی گڑھ پہنچے۔ ۱۹ر مارچ کو مو
اکبر آبادی مرحوم نے استقبالیہ دیا۔ دہلی سے مفتی ضیاء الحق، اور مفتی صاحب تشر
لائے۔ ان کے ساتھ ایک صاحب اور بھی تھے جن کا نام اب یاد نہیں رہا۔ اس تقریب
مفتی صاحب توجہ کا مرکز بنے رہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی، آل احمد سرور، مولانا
امینی، قاضی مظہر الدین بلگرامی، نواب احمد سعید چھتاری، نواب حبیب الرحمٰن خاں شر
ڈاکٹر مختار الدین احمد، ڈاکٹر عبد العلیم اور علی گڑھ کے بہت سے اساتذہ اس تقریب میں
ہوئے۔ مفتی صاحب کے ان سب کے ساتھ بڑے گہرے مراسم تھے۔ مفتی صاحب تقریب
اختتام پر علی گڑھ میں رکے نہیں اور مفتی ضیاء الحق کی کار میں واپس لوٹ گئے۔ بعد میں
نے بتایا کہ رات کو دس بجے کے قریب کار خراب ہو گئی۔ وہ علاقہ غیر محفوظ تھا وہاں
کی آبادی ہے جو چوری چکاری اور لوٹ مار کے لئے بدنام ہیں۔ اس لئے جب تک کار درست
نہیں ہو گئی، خوف و ہراس طاری رہا۔ جب مفتی صاحب سے میری بے تکلفی ہو گئی تو
روز فرمانے لگے، "میاں! تمہارے ساتھ ریحانہ کے نکاح کے متعلق مولوی صاحب

[illegible] کیا تھا اور [illegible] پر انھوں نے تمہارے والد کو خط لکھا [illegible] صاحب کی ملاقات نہیں ہو سکی۔ جب مفتی صاحب پاکستان [illegible] کا انتقال ہو چکا تھا لیکن مولانا اکبر آبادی مرحوم کے خط کے جواب میں [illegible] نے جو خط لکھا تھا [illegible] مرحوم نے مفتی صاحب کو دکھایا تھا۔ صرف اسی خط [illegible] صاحب تا دم زیست [illegible] مرحوم کی شرافت اور [illegible] کے معترف رہے۔

[illegible] میں بھارت کا دورہ ختم کر کے لاہور جا رہا تھا۔ اس زمانے میں مفتی [illegible] نیوز [illegible] کا بدلہ کھلا تھا۔ ریحانہ اور [illegible] جن کی عمر اس وقت نو ماہ تھی۔ میرے ساتھ تھے۔ مفتی ضیاء الحق صاحب نے [illegible] اصرار کے ساتھ شام کو کھانے پر بلایا۔ میں نے عرض کیا کہ نو بجے جناب میل [illegible] دہلی سے روانہ ہوتی ہے اس لئے آپ کھانا وانا نہ کھلائیے کیونکہ مجھے ہر صورت میں ساڑھے آٹھ بجے تک اسٹیشن پہنچ جانا چاہیئے۔ مفتی ضیاء الحق بھلا کب ماننے والے تھے۔ انھوں نے مفتی صاحب کو بھی مدعو کر لیا۔ کھانے کے بعد مفتی ضیاء الحق صاحب نے اپنی کار میں ہمیں بٹھایا اور ندوۃ المصنفین لے آئے۔ جلدی جلدی کار میں سامان رکھا اور نئی دہلی ریلوے اسٹیشن جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ اجمیری گیٹ کے قریب پہنچ کر کار خراب ہو گئی۔ مفتی ضیاء الحق کار درست کرنے لگے۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ نو بجنے میں ۲۰ منٹ تھے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اجازت دیں تو ہم ٹیکسی میں سوار ہو جائیں۔ موصوف بضد تھے کہ بس ابھی انجن درست ہو جاتا ہے۔ مجھ پر گھبراہٹ طاری تھی۔ میں نے اگلے روز لازمی طور پر سرحد عبور کرنا تھی۔ اگر ٹرین چھوٹ جاتی تو میں مشکل میں پھنس جاتا۔ مفتی صاحب بضد تھے کہ بس ابھی انجن درست ہو جائے گا۔ خدا خدا کر کے گاڑی اسٹارٹ ہوئی۔ ہم پانچ منٹ کم نو بجے اسٹیشن پر پہنچے۔ سامان قلیوں نے اٹھایا اور میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ریحانہ نے بھی چھوٹی موٹی چیزیں اٹھائی ہوئی تھیں۔ مفتی صاحب نے [illegible] کو گود میں اٹھایا ہوا تھا۔ مفتی ضیاء الحق پلیٹ فارم ٹکٹ خریدنے چلے گئے۔

[illegible] پھاٹک کے قریب پہنچ [illegible]
[illegible] ریحانہ جلدی جلدی ٹرین میں سوار ہوگئی۔ مفتی صاحب نے ظفر [illegible]
[illegible] ٹرین میں بیٹھیں نے سامان رکھا اور [illegible]
[illegible] میں جا لگی۔

اس شب مفتی صاحب کی حالت عجیب تھی۔ ظفر کو گود میں اٹھا کر بیٹھے [illegible] کیسے چلے جا رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ [illegible]

[illegible] سال بعد مفتی صاحب بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں شرکت کی غرض سے اسلام آباد تشریف لائے۔ وہاں سے لاہور آنے کا پروگرام تھا۔ ان کا قیام سٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں تھا۔ شام کو لاہور میونسپل کارپوریشن نے معتقدین کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ میں اور ظفر وہاں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر بعد مفتی صاحب تشریف لانے لگے۔ مفتی صاحب کار سے نکلے تو میں آگے بڑھا۔ ظفر بھاگ کر ان کے ساتھ لپٹ گیا۔ میں نے عرض کیا "حضرت یہ وہی بچہ ہے جسے آپ گود میں اٹھا کر نئی دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر بھاگے تھے۔" فرمانے لگے "ماشاء اللہ شباب تو جوان ہو گیا ہے۔" میں استقبالیہ میں مدعو نہ تھا۔ انتظامیہ کے لوگ بھی موجود تھے۔ مفتی صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں نے ظفر کا ہاتھ تھاما۔ اب ہمیں گیٹ پر روکنے والا کون تھا؟ ڈیڑھ گھنٹہ ہم مفتی صاحب کے ساتھ رہے۔

اگلے روز مفتی صاحب سرکاری گاڑی لے کر غریب خانے پر تشریف لائے۔ ریحانہ سے ایسے ملے جیسے اپنی بیٹی سے ملتے ہیں۔ پہلی بار ہمارے ہاں تشریف لائے تھے۔ ریحانہ سے کہنے لگے "بھئی چائے وائے کے چکر میں نہ پڑو۔ ابھی ناشتہ کر کے سیدھا یہیں آ رہا ہوں۔" پون گھنٹہ کے قریب قیام فرمایا، ہمارا گھر دیکھا، بہت خوش ہوئے اور ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ رخصت ہوتے وقت جیب سے کچھ رقم نکالی۔ ریحانہ نے کہا [illegible]

[illegible] آتے ہی رہتے ہیں لیکن مفتی صاحب نے فرمایا بھئی [illegible] کا [illegible] پڑھتے ہیں، پھر بڑے اصرار کے ساتھ دو قدم آگے تھا [illegible]

مفتی صاحب اپنے پرانے دوست کرنل خواجہ عبدالرشید سے ملنا چاہتے تھے لیکن کچھ عرصے سے ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ اس لئے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ میں انہیں خواجہ صاحب کے ہاں لے گیا۔ تیس پینتیس سال بعد پہلی بار دونوں کی ملاقات ہوئی۔ مفتی صاحب ایک گھنٹہ ان کے پاس بیٹھے پرانی یادیں تازہ کرتے رہے ؎

عجب رنگینیاں باتوں میں کچھ ہوتی تھیں اے شاد
بہم ہو بیٹھتے تھے جب سارے یاران ہمدم

یہ ۱۹۷۲ء کی بات ہے۔ ان دنوں مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ تغلق آباد میں قیام پذیر تھے۔ میں لاہور سے اپنی اہلیہ اور بچوں کے ہمراہ فلائنگ میل سے رات نو بجے نئی دہلی پہنچا۔ ہمارے ساتھ انڈین آرمی کے ایک میجر اور دہلی کے ایک بڑے تاجر اسی ڈبے میں سفر کر رہے تھے۔ میں نے ان سے تغلق آباد کا محل وقوع پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ جگہ دہلی سے بہت دور ہے اور مناسب یہی ہے کہ ہم رات کو ٹیکسی میں سفر نہ کریں۔ رات کسی عزیز کے ہاں یا ہوٹل میں بسر کر لیں اور صبح کو تغلق آباد جائیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ہمارے جاننے والے تو دہلی میں بہت ہیں لیکن ہم بے وقت کسی کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے کسی ہوٹل میں رات گزار لیں گے۔

ہم اسٹیشن سے باہر نکلے۔ سامان ایک تانگے پر لدوایا اور پہاڑ گنج کے پل کی طرف جاتے ہوئے ایک اچھا سا ہوٹل نظر آیا۔ ہم اس میں ٹھہر گئے۔ صبح ناشتہ کر کے میں نے اپنے بیٹے ڈاکٹر کو، جس کی عمر اس وقت سات سال تھی، اپنے ساتھ لیا اور اہلیہ سے کہا کہ میں مفتی صاحب سے ان کا پتہ معلوم کر کے ٹیکسی لے کر آتا ہوں اتنے میں بچوں کو تیار کر لینا۔ ہم دونوں رکشا میں سوار ہو کر دفتر برہان پہنچے۔

وہ ٹرین جھنگ کے قریب پہنچی [illegible]
سے ریحانہ جلدی جلدی [illegible] میں سوار ہوئی۔ مفتی صاحب نے [illegible]
[illegible]
[illegible] بھی جان گئی۔

اس وقت مفتی صاحب کی حالت دیدنی تھی۔ زُفر کو گود میں اٹھا کر پلیٹ فارم پہ تیز تیز قدم اٹھاتے چلے جا رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ بھاگ رہے ہیں۔
کچھ سال بعد مفتی صاحب بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں شرکت کی غرض سے اسلام آباد تشریف لائے۔ وہاں سے واپس آنے کا پروگرام تھا۔ ان کا قیام سٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں تھا۔ شام کو لاہور میونسپل کارپوریشن نے معتقدین کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ میں اور زُفر وہاں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر بعد مفتی جی تشریف لانے لگے۔ مفتی صاحب کار سے نکلے تو میں آگے بڑھا۔ زُفر بھاگ کر ان کے ساتھ لپٹ گیا۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ وہی بچہ ہے جسے آپ گود میں اٹھا کر نئی دہلی کے ریلوے اسٹیشن پہ بھاگے تھے۔" فرمانے لگے "ماشاء اللہ شباب تو جوان ہو گیا ہے" میں استقبالیہ میں مدعو نہ تھا۔ انتظامیہ کے لوگ بھی موجود تھے۔ مفتی صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں نے زُفر کا ہاتھ تھاما۔ اب ہمیں گیٹ پہ روکنے والا کون تھا؟ ڈیڑھ گھنٹہ ہم مفتی صاحب کے ساتھ رہے۔

اگلے روز مفتی صاحب سرکاری گاڑی لے کر غریب خانے پہ تشریف لائے۔ ریحانہ سے ایسے ملے جیسے اپنی بیٹی سے ملتے ہیں۔ پہلی بار ہمارے ہاں تشریف لائے تھے۔ ریحانہ سے کہنے لگے بھئی چائے وائے کے چکر میں نہ پڑو۔ ابھی ناشتہ کر کے سیدھا یہیں آ رہا ہوں۔ پون گھنٹہ کے قریب قیام فرمایا، ہمارا گھر دیکھا، بہت خوش ہوئے اور ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ رخصت ہوتے وقت جیب سے کچھ رقم نکالی۔ ریحانہ نے کہا [illegible]

[illegible] کہ ہم تو جاتے ہی رہتے ہیں لیکن مفتی صاحب نے فرمایا بھئی میں کا
[illegible] پھر بڑے اصرار کے ساتھ [illegible] آئے تھوڑی۔

مفتی صاحب بہت پرانے دوست کی طرح خواجہ حسن نظامی صاحب سے ملنا چاہتے تھے کیونکہ کئی سال سے ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ اس لئے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ میں انھیں خواجہ صاحب کے ہاں لے گیا۔ تیس پینتیس سال بعد پہلی بار دو حضرات کی ملاقات ہوئی۔ مفتی صاحب ایک گھنٹہ ان کے پاس بیٹھے پرانی یادیں تازہ کرتے رہے ۔

عجب رنگینیاں باتوں میں کچھ ہوتی تھیں احساسات
بہم بیٹھے ہیں جب سادات عیدقاں اور عجم

یہ سنہ ۱۹۵۱ء کی بات ہے۔ ان دنوں مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ تغلق آباد میں قیام پذیر تھے۔ میں لاہور سے اپنی اہلیہ اور بچوں کے ہمراہ فلائنگ میل سے رات نو بجے نئی دہلی پہنچا۔ ہمارے ساتھ انڈین آرمی کے ایک میجر اور دہلی کے ایک بڑے تاجر اسی ڈبے میں سفر کر رہے تھے۔ میں نے ان سے تغلق آباد کا محل وقوع پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ وہ جگہ دہلی سے بہت دور ہے اور مناسب یہی ہے کہ ہم رات کو ٹیکسی میں سفر نہ کریں۔ رات کسی عزیز کے ہاں یا ہوٹل میں بسر کر لیں اور صبح کو تغلق آباد جائیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ہمارے جاننے والے تو دہلی میں بہت ہیں لیکن ہم بے وقت کسی کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے کسی ہوٹل میں رات گزار لیں گے۔

ہم اسٹیشن سے باہر نکلے۔ سامان ایک تانگے پر لدوایا اور پہاڑ گنج کے پل کی طرف جاتے ہوئے ایک اچھا سا ہوٹل نظر آیا۔ ہم اس میں ٹھہر گئے۔ صبح ناشتہ کر کے میں نے اپنے بیٹے ظفر کو، جس کی عمر اس وقت سات سال تھی، اپنے ساتھ لیا اور اہلیہ سے کہا کہ میں مفتی صاحب کا پتہ معلوم کر کے ٹیکسی لے کر آتا ہوں اتنے میں بچوں کو تیار کر لینا۔ ہم دونوں رکشا میں سوار ہو کر دفتر برہان پہنچے۔

مفتی صاحب اپنی مخصوص نشست پر تشریف فرما تھے۔ میں ظفر کو سنبھالے ہوئے گیا
اور سلام کر کے ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ مفتی صاحب نے مجھے دیکھا تو فوراً کھڑے ہو گئے۔
مجھ سے مصافحہ و معانقہ کے بعد ظفر کو پیار کیا۔ فرمانے لگے "کب آئے؟" میں نے
عرض کیا کہ ابھی دلی پہنچا ہوں۔ ریحانہ اسٹیشن ہی دلی میں ہیں۔ آپ ایسا کیجئے کہ کسی ٹیکسی
والے کو مولانا اکبر آبادیؒ کا پتہ سمجھا دیجئے جو ہمیں بآسانی وہاں پہنچا دے۔ مفتی صاحب
نے فرمایا "چائے نہیں پیو گے؟" میں نے عرض کیا ابھی پی کر آ رہا ہوں۔ اس وقت سب سے
اہم مسئلہ تغلق آباد پہنچنے کا ہے۔ مفتی صاحب میرے ساتھ باہر آئے۔ جامع مسجد کے باہر
کئی ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔ مفتی صاحب نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے بات کی تو اس نے کہا
کہ وہ تغلق آباد میں ہمدرد کا کمپلیکس جانتا ہے۔ میں ٹیکسی میں سوار ہو کر ہوٹل پہنچا اور بچوں
کو ساتھ لے کر تغلق آباد پہنچ گیا، اسی اثنا میں مفتی صاحب نے مولانا اکبر آبادی کو فون پر
ہمارے آنے کی اطلاع کر دی۔

میں نے ۲۲ روز تغلق آباد میں قیام کیا۔ اس زمانے میں وہاں اتنی ہما ہمی نہ تھی جتنی
ان دنوں ہے۔ ایک گھنٹے بعد دہلی جانے والی بس وہاں سے گذرتی تھی۔ بارہا ایسا ہوا
کہ میں ناشتہ کر کے دہلی جانے کے لئے سڑک پر آیا۔ جب بس آئی تو دیکھا کہ اندر کھڑے
ہونے کی بھی جگہ نہیں ہے اور لوگ چھت پر سوار ہیں تو میں یہ کہتے ہوئے واپس لوٹ گیا
کہ کل دیکھا جائے گا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ میں تغلق آباد سے مہرولی چلا جاتا اور وہاں سے
شہر کی جانب جانے والی بس مل جاتی۔ میں تغلق آباد سے شہر آتا تو پہلے مفتی صاحب کی
خدمت میں حاضر ہوتا۔ کچھ دیر وہاں رکتا اور پھر گھومنے نکل جاتا۔ دوپہر کو دفتر برہان
آجاتا۔ حکیم ظفر احمد مرحوم بڑے دالان کا تالا کھول دیتے اور میں وہاں سو جاتا۔ سہ پہر کے
قریب سو کر اٹھتا اور نہا کر تازہ دم ہو جاتا۔ ظہر کی نماز بڑے دالان میں ادا کر کے اخبارات
کی ورق گردانی شروع کر دیتا۔ عصر سے ذرا قبل مفتی صاحب بھی تشریف لے آتے۔ کبھی میں

حسبِ معمول چائے پی لیتا اور کبھی معذرت کر دیتا۔ موصوف کبھی چائے گھر سے منگا لیتے اور کبھی قلوپطرا ہوٹل میں آرڈر دے دیتے۔ عصر کی نماز میں مفتی صاحب کا ساتھ ہی ہو جاتا۔ مرحوم میرے امام ہوتے اور میں ان کا واحد مقتدی۔ نماز کے بعد میں تغلق آباد چلا جاتا۔

انھی دنوں ایک روز میں ندوۃ المصنفین آیا۔ جمعہ کا دن تھا۔ مفتی صاحب نے کھانے پر اصرار کیا۔ کھانا کھاتے کھاتے دیر ہوگئی۔ میں جامع مسجد میں نماز ادا کرنا چاہتا تھا۔ وہاں نماز ذرا جلدی ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں اس میں شریک نہ ہو سکا۔ مفتی صاحب نے میری پریشانی دیکھی تو فرمانے لگے: "فکر نہ کریں، میں نے بھی نماز جمعہ ادا کرنی ہے۔" ہم دونوں دفتر برہان سے نکلے اور مفتی صاحب مجھے مٹیا محل میں سے ہوتے ہوئے کریم ہوٹل کی طرف لے گئے۔ آگے ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ اب خیال آتا ہے کہ وہ مفتی صاحب کے مکان کے عقب میں ہونی چاہیے۔ مسجد کھچا کھچ نمازیوں سے بھری ہوئی تھی اور تل دھرنے کو بھی جگہ نہ تھی، ہمیں دیکھ کر نمازیوں نے ہمارے لئے جگہ بنا دی اور ہم نے اطمینان کے ساتھ نماز ادا کی۔

ایک روز میں حسب معمول دس بجے کے قریب ندوۃ المصنفین پہنچا۔ مفتی صاحب اپنی نشست پر تشریف فرما تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا تو فرمانے لگے "میاں! اچھے وقت پر آئے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے روسی سفارت خانہ سے دو دعوت نامے موصول ہوئے ہیں۔ ایک میرے نام آیا ہے اور دوسرا مولوی سعید (مفتی صاحب عام گفتگو میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی کو اسی نام سے یاد کیا کرتے تھے) کے نام یہ مولوی سعید کا دعوت نامہ لے لو۔ ان سے کہنا کہ امام بخاریؒ کا ہزار سالہ جشن ولادت منایا جا رہا ہے۔ جب اپنا مقالہ لکھو تو پندرہ بیس منٹ کا مقالہ میرے لئے بھی لکھ لینا۔" مفتی صاحب نے کئی مقامات پر اپنے "کوتاہ قلم" ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ مرحوم "کوتاہ قلم" نہ تھے۔

[illegible] کے انتقال [illegible] کے بعد [illegible]

[illegible] یہ تحریر تو معلوم نہیں ہوتا کہ تصنیف معلوم ہوتی ہے [illegible]

[illegible] مفتی صاحب نے اپنے [illegible] کے [illegible]

"متاع صبا" کے عنوان سے ان کے جو مقالات ڈاکٹر عنوان چشتی نے مرتب کئے ہیں ان

کا عنوان کوئی تصنیف میں شامل ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں مرحوم

نے انھیں کو "[illegible]" بنا دیا تھا۔

میں وہ دعوت نامہ جیب میں ڈال کر خانقاہ شاہ ابوالخیرؒ کی طرف جا رہا تھا کہ نئے

میاں شیریں کے مالک میاں تاج الدین سے ملاقات ہو گئی۔ ان کے بڑے بھائی میاں

شہاب الدین لاہور میں قصرِ شیریں چلا رہے ہیں۔ میاں تاج الدین نے اس روز کسی

کی فرمائش پر قلاقند بنائی تھی۔ اس زمانے میں دودھ کی مٹھائی بنانے کی ممانعت تھی۔

میاں صاحب نے مجھے نصف کلو کے قریب قلاقند بطور تحفہ دی۔ شام کو میں تغلق آباد

پہنچا تو اس وقت مولانا اکبرآبادی مرحوم مطالعہ میں لگے تھے۔ میں نے ڈبہ کھول کر ان کے

سامنے رکھ دیا۔ انھوں نے بغور قلاقند کو دیکھا اور ایک ٹکڑا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ پھر

حسب عادت اس کی بڑی تعریف کی۔ جب مولانا منہ میٹھا کر چکے تو میں نے دعوت نامہ

پیش کیا۔ مرحوم بہت خوش ہوئے اور سب اہل خانہ کو جمع کر کے فرمانے لگے۔ "دیکھو

یہ میاں اسلم کتنے قاعدے کے آدمی ہیں۔ پہلے میرا منہ میٹھا کرایا، پھر دعوت نامہ دیا۔

تم ہوتے تو یونہی منہ اٹھائے چلے آتے۔" چند لمحے سکوت کے بعد میں نے کہا کہ

مفتی صاحب فرماتے تھے کہ جب اپنا مقالہ لکھیں تو پندرہ بیس منٹ کا مقالہ ان

کے لئے بھی لکھ دیں۔ اس پر مولانا بگڑ گئے اور فرمانے لگے "لو اور سنو! جلسہ

میں مفتی صاحب شرکت کریں اور مقالہ میں لکھوں۔ خود ہی کیوں نہیں لکھ لیتے۔"

ایک روز میں تغلق آباد سے لوٹ آیا تو مفتی صاحب نے فرمایا "میاں [illegible]

میں سری نگر جا رہا ہوں۔ شیخ محمد عبداللہ نے بلایا ہے۔ وہاں حضرت بل میں
ایک مدرسہ ہے مدینۃ العلوم۔ اس کا معائنہ کر کے سفارشات مرتب کرنی ہیں۔
آپ کو تو شوق ہے کشمیر دیکھنے کا۔ چلو گے؟" یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی
نہ تھی کہ میں کبھی سری نگر جاؤں گا۔ حالانکہ میں ان دنوں برطانیہ کا شہری تھا اور
میرے وہاں جانے پر کوئی پابندی نہ تھی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ چلئے۔ میں کل صبح دلی
سے روانہ ہو کر پرسوں شام تک سری نگر پہنچ جاؤں گا۔ آپ کا قیام کہاں ہوگا؟ فرمانے
لگے "وہاں مدینۃ العلوم حضرت بل میں ہی قیام ہوگا۔ اس کے پرنسپل ہمارے دوست
مولانا ابو العرفان ندوی ہیں۔" میں اسی وقت تغلق آباد روانہ ہو گیا اور اہل خانہ
کو بتا دیا کہ میں چند روز کے لئے حسب عادت سیاحت کے لئے نکل رہا ہوں
اس بار پنجاب کی طرف جاؤں گا۔ شام کو میں نے اپنا سامان اٹھایا اور بس میں
سوار ہو کر دفتر برہان پہنچ گیا۔ رات وہاں گذاری۔ صبح چھ بجے کے قریب ایک
ٹرین پانی پت جاتی تھی۔ میں اس میں سوار ہو کر دس بجے کے قریب پانی پت پہنچ گیا
سامان کلوک روم میں رکھ کر قلندر صاحب کی درگاہ دیکھنے گیا۔ بعد ازاں مولانا حالی،
قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح، حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء، ابراہیم لودھی اور حضرت
شمس الدین ترک پانی پتی رح کے مزارات پر حاضری دی اور دوپہر کے وقت ایک پسنجر
ٹرین میں سوار ہو کر شام تک انبالہ پہنچ گیا۔ نصف شب کے قریب کشمیر میل وہاں
پہنچی۔ جالندھر تک تو اس میں کھڑے ہونے کی بھی جگہ نہ تھی۔ جالندھر پہنچ کر ٹرین
قریب قریب خالی ہو گئی اور مجھے سونے کے لئے برتھ مل گئی۔ صبح نو بجے میں جموں
پہنچ گیا۔ وہاں سے بس میں سوار ہو کر رات کو عشاء کے وقت سری نگر پہنچ گیا۔
ایک ٹیکسی والے سے بات کی اور وہ مجھے حضرت بل لے گیا۔ وہاں پہنچ کر معلوم
ہوا کہ مفتی صاحب قریب ہی کشمیر یونیورسٹی کے صدر دروازے کے سامنے محکمہ اوقاف

کے مہمان خانے میں ٹھہرے ہوئے ہیں لیکن اس وقت مولانا ابوالعرفان صاحب کے ساتھ کسی کے ہاں ضیافت پر تشریف لے گئے ہیں۔ مفتی صاحب نے میرے آنے کی اطلاع مدرسہ کے ذمہ داروں کو کردی تھی چنانچہ مجھے مہمان خانے بٹھا دیا گیا۔ جاڑے کے آخری دن تھے تاہم رات کے وقت سردی تھی اور پانی بھی کافی حد تک سرد تھا۔ طلبہ نے مجھے چائے بنادی۔ میں چائے نوش کرکے لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مفتی صاحب اور مولانا ابوالعرفان بھی پہنچ گئے۔ مفتی صاحب مجھے وہاں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے "اچھی گذرے گی" مولانا ابوالعرفان کے ساتھ میرا تفصیلی تعارف کرایا۔ میں نے عرض کیا کہ کل سے آپ کسی کے ساتھ میرا تعارف نہیں کرائیں گے، میں خود اپنا تعارف کراؤں گا۔ سری نگر میں احتیاط ضروری ہے۔

اگلی صبح ناشتہ کے بعد لوگ ملاقات کے لئے آنے لگے۔ پہلے مفتی عبدالغنی صاحب شعبۂ عربی، کشمیر یونیورسٹی تشریف لائے، پھر مولانا ابوالعرفان آگئے۔ تھوڑی دیر میں آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ مفتی صاحب نے عبدالغنی صاحب سے کہا کہ راقم کو یونیورسٹی دکھلائیں۔ موصوف مجھے یونیورسٹی لے گئے۔ شعبۂ کشمیریات میں پروفیسر سعید گیلانی سے ملایا، پھر شعبۂ تاریخ میں ڈاکٹر محب الحسن سے ملاقات کرائی۔ یونیورسٹی کے رجسٹرار سے بھی ملے۔ انھوں نے مجھے شعبۂ تاریخ میں ملازمت کی پیشکش بھی کی۔

شام کو مفتی صاحب، مولانا ابوالعرفان اور میں راجوری کدل میں جناب میرواعظ محمد فاروق کے ہاں گئے۔ مفتی صاحب کے میرواعظ محمد یوسف مرحوم کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے۔ وہ آزادی کے بعد مظفر آباد چلے گئے اور آزاد کشمیر میں عہدۂ صدارت پر بھی فائز رہے۔ ان کی وفات کے بعد مفتی صاحب کا سری نگر جانا نہیں ہوا تھا۔ مفتی صاحب میرواعظ محمد فاروق کے ہاں ان کی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ موصوف دیر تک مرحوم کی خوبیاں بیان فرماتے رہے۔ اتنے میں سماوار میں کشمیری چائے آگئی ۔۔۔۔ کشمیر

[illegible] چائے پیتے ہیں اور وہ چائے میں شکر ملانا بدعت بلکہ شرک گردانتے ہیں۔ اگر کوئی غیر کشمیری چائے میں ملانے کے لئے ان سے شکر مانگ لے تو یہ ایک [illegible] بات سمجھی جاتی ہے۔ مفتی صاحب نمکین چائے پینے کے عادی نہ [illegible] اس عادت سے بھی ناواقف تھے۔ انھوں نے نمکین چائے کی ایک چسکی [illegible] کر میری طرف دیکھا۔ میں سارا معاملہ بھانپ گیا۔ میں نے میر واعظ کی خدمت میں [illegible] کیا۔ میں جانتا ہوں کہ کشمیری سے چائے میں ملانے کے لئے شکر طلب کرنا [illegible] دینے کے مترادف ہے لیکن مفتی صاحب نمکین چائے پینے کے عادی نہیں ہیں۔ میر واعظ مسکرائے اور انھوں نے خادم کو اشارہ کیا اور وہ چینی لے آیا۔ پھر مولانا ابو العرفان اور راقم نے بھی چائے میں چینی ڈالی۔

میر واعظ نے ہمیں دعوت دی کہ ہم ان کے ساتھ گلمرگ چلیں۔ اگلے روز میر واعظ اور مفتی بشیر الدین صاحب دو کاریں لے کر پہنچ گئے۔ میر واعظ، مفتی صاحب اور مولانا ابو العرفان ایک کار میں سوار ہو گئے اور میں مفتی بشیر الدین صاحب کی کار میں بیٹھ گیا۔ ٹنگمرگ پہنچ کر ہم کچھ دیر کے لئے ریسٹ ہاؤس میں رکے۔ باہر لان میں کرسیاں لگا دی گئیں۔ راقم نے بھی بات چیت میں حصہ لیا۔ میر واعظ فرمانے لگے "آپ تو بڑے کام کے آدمی ہیں، اب آپ ہماری کار میں بیٹھئے گا۔" مفتی صاحب نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی اور میرے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد ہم گلمرگ پہنچ گئے۔ وہاں گالف کلب میں کھانے کا انتظام تھا۔ ہم نے کھانا کھایا اور نماز ظہر ادا کر کے واپس ہوئے۔

واپسی پر میر واعظ نے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو ایک دن رات ان کے مہمان کی حیثیت سے ہاؤس بوٹ میں قیام کر لیں اور اگر وہاں نہ رہنا چاہیں تو چشمۂ شاہی پر بے سجائے بنگلے میں ایک دن رات گزار لیں۔ ہم نے ایک ہاؤس بوٹ دیکھا لیکن چشمۂ شاہی

کو بنگلے میں رہنا پسند کیا۔ عصر کے بعد میر واعظ بھی تشریف لے آئے اور ہم سب چشمے پر پہنچ گئے۔ اس چشمے کا پانی صحت کے لئے مفید بتایا جاتا ہے۔ وہاں ایک [illegible] بھی ہے ہم سب وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ ایک بیرا چشمے کا پانی خاص طور پر [illegible] لے آیا۔ وہ بار بار آتا اور کپڑے سے میز صاف کرتا۔ اس کی حرکات سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ جاسوس ہے۔ میر واعظ نے بھی اس کی تصدیق کی۔

مغرب کی نماز ہم نے بنگلے کے لان میں مفتی صاحب کی اقتدار میں ادا کی اور دیر تک وہیں پر بیٹھ گئے۔ عشاء کے بعد میر واعظ کے گھر سے کھانا آگیا۔ ہم نے مل کر کھانا کھایا اور دس بجے کے قریب میر واعظ تشریف لے گئے۔

اگلے روز دس بجے کے قریب میر واعظ دوبارہ تشریف لائے۔ ہم باہر لان میں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ بنگلے کا ملازم، جو جاسوس بھی تھا، بہانے بہانے سے ہمارے گرد منڈلاتا پھرتا تھا۔ میر واعظ اور مفتی صاحب سیاست کے موضوع پر گفتگو کرنے لگے تو میں اور مولانا ابو العرفان بہانہ کر کے دوسری جگہ جا بیٹھے۔

ایک روز شام کو صوفی نذیر احمد نے ہمیں بربر شاہ میں مسجد اہلحدیث میں مدعو کیا۔ ہم نے مغرب کی نماز وہیں ادا کی۔ اس کے بعد انھوں نے پیسٹری اور چائے سے ہماری تواضع کی۔ صوفی صاحب جتنی گھنی اور لمبی داڑھی میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ وہ بیٹھتے تو داڑھی بلا مبالغہ زمین کو چھوتی تھی۔ میں نے اجازت لے کر اسے ہاتھ لگایا تو مفتی صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا "میاں اچھی طرح دیکھ لو پھر ایسا موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔" صوفی صاحب بھی مسکرا دیئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت بل میں رسول اکرم ﷺ کا چھوٹا سا موئے مبارک موجود ہے اور خانیار شریف میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا موئے مبارک ایک چھوٹی سی شیشی میں ڈال کر رکھا ہوا ہے۔ صوفی صاحب کی ریش مقدس کا ایک بال بھی کسی مرتبان میں سنبھال کر رکھ لینا [illegible]

[illegible] کا دورہ

اگلے دن ہم مدرسہ نصرت العلوم دیکھنے گئے جسے میر [illegible] چلا رہے ہیں۔
وہیں ملاقات مفتی عبدالکبیر مرحوم سے ہوئی۔ مفتی صاحب انھیں پرانی باتیں
[illegible] سناتے رہے اور خود بھی لطف اندوز ہوتے رہے۔ مفتی عبدالکبیر نے
حضرت بل میں بنگلہ تعمیر کرایا تھا۔ انھوں نے وہاں آنے کی دعوت دی لیکن مفتی
صاحب نے وقت کی کمی کا عذر کر کے معذرت طلب کی۔

ایک روز شیخ عبداللہ نے ہمیں دعوت دی کہ ہم ایک روز پہلگام ہو آئیں۔
ان کا ایک معتمد عبدالسلام دیوہ شیخ صاحب کی گاڑی لے کر آگیا۔ ہم صبح نو بجے کے
قریب سری نگر سے چلے۔ راستے میں پانپور اور اونتی پور ہوتے ہوئے اسلام آباد
(اننت ناگ) پہنچ گئے۔ وہاں دارا شکوہ کا تعمیر کردہ تالاب دیکھ کر ہم اچھابل چلے گئے۔
وہاں دوپہر کے کھانے کا آرڈر دے کر ہم کوکر ناگ روانہ ہوئے۔ ہمارے لئے چشمے
کے کنارے ایک چنار کے گھنے درخت کے نیچے کرسیاں لگا دی گئیں اور چشمے کا پانی
پینے کے لئے پیش کیا گیا۔ تاحد نظر گلاب کی کیاریاں نظر آرہی تھیں۔ ہم کوئی گھنٹہ
سوا گھنٹہ کوکر ناگ میں رک کر اچھابل چلے گئے۔ ریسٹ ہاؤس میں کھانا تیار
تھا۔ میرے اصرار پر ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر کھانا کھانے کی بجائے ہم نے ریسٹ ہاؤس
کے لان میں ایک چشمے کے کنارے بیٹھ کر کھانا تناول کیا اور اسی چشمے کے پانی سے
وضو کر کے مفتی صاحب کی اقتدا میں نماز ظہر ادا کی۔ نماز کے بعد ہم پہلگام کی جانب
روانہ ہوئے۔ وہاں پام ویو ہوٹل میں ہمارے قیام کا انتظام تھا۔ ایک کمرے میں
مفتی صاحب نے ڈیرہ جمایا۔ دوسرے کمرے میں میں اور مولانا ابوالعرفان ٹھہرے۔
عبدالسلام اور ڈرائیور نے تیسرے کمرے میں اپنا سامان رکھ لیا۔

پہلگام کا موسم قدرے خنک تھا۔ ہوٹل میں پہنچتے ہی ہم سو گئے۔ عصر سے تھوڑی

دیر سے بیدار ہوئے۔ وضو کر کے چائے نوش کی اور بازار کی طرف نکل گئے۔ [illegible]
ایک فرقہ [illegible] سے بدمو بجتے تھے۔ دوسری جانب گنتی کی چند [illegible]
امید نہ تھی [illegible] سے زائد نہ ہوں گی۔ امرناتھ جی کی یاترا [illegible]
سادھو [illegible] ہو گئے تھے۔ دریا کے کنارے [illegible]
[illegible]

میں سوار ہو کر امرناتھ جی جانے والی سڑک [illegible] بارش
کی وجہ سے سڑک خراب ہو چکی تھی، اس لئے [illegible]
[illegible] آگے [illegible] صاحب کی اقتداء
[illegible] روانہ ہو گئے
[illegible] یہ سلسلہ جاری
[illegible] پوچھتے [illegible] اس دریا کا بھلا کیا نام تھا
[illegible] پھر خود بھی ایک دو بار یہ نام دہراتے [illegible]
[illegible]

[illegible] شیخ عبداللہ کے ہاں [illegible] دعوت [illegible]
[illegible] میں رہتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد ہم ان کے ہاں [illegible]
[illegible] کا انتظام تھا۔ ہمیں وہاں بٹھایا گیا۔ چند منٹ [illegible]
مسکراتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے سفید [illegible]
تھا اور کرتے کے اوپر ہلکے نیلے رنگ کی واسکٹ بہت بھلی معلوم ہوتی [illegible]
ان کی تصاویر اور کارٹون بہت دیکھے تھے لیکن زندگی میں پہلی بار [illegible]
سے ہی بعد ملاقات ہوئی تھی۔ تصاویر کے برعکس ان کے چہرے پر [illegible]
تھا۔ شیخ صاحب ہم سے ملے اور فرداً فرداً سب کی خیریت دریافت کی۔